

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالب علمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۴ء اور ۱۹۶۱ء

قسط (۲۵)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائیریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعتراف و اقارب، اہل محلہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپ کی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائیریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جانبجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیر شعر، ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کر لیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزار ہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کر سکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں..... (مرتب)

ثبات اخلاص و بقاء کلمہ حق:

لا یضیع عمل عامل منکم ذکر او انشی --- وعلیہ فلیتوکل المتوکلون یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اگر ایک ذرہ اخلاص و صداقت بھی رکھتا ہے تو پھر نہ خوفِ زیاں ہے اور نہ خدشہ ضیاع، اور ان شاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کا معاملہ اربابِ عمل کے لئے ہر وادی اور ہر گوشہ کار میں کار فرما ہے۔ شاہانِ عالم کے بنائے ہوئے محلِ مٹ گئے اور قوموں کے آباد کئے ہوئے شہر ویران ہو گئے۔ کان لم یغنوا فیہا لیکن اصحابِ اخلاص کا ایک کلمہ حق اور ایک نقشِ صدق بھی لوحِ عالم سے محو نہ ہو سکا حتیٰ کہ جو بقاء ذکرِ عظیم الشان بائبل کے آباد کرنے والوں اور مصر کے سر بفلک مناروں کے بنانے والوں کو بھی نصیب نہ ہوا وہ اصحابِ کھف کے ایک بے زبان کتے کو اس غیر فانی

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کتاب کی لوح محفوظ میں حاصل ہے جس کی دائمی حفاظت کی تصدیق میں خود اللہ نے اپنی ذمہ داری پیش کی ہے۔
وكلهم باسط الخ ---- ہرگز نمیر دآں کہ دس زندہ فد بہ عشق مہبت است بر جریدہ عالم دوام ما
اسلام میں صنعت و حرفت کی اہمیت:

کسی بھی اچھی صنعت کی فضیلت کیلئے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو اپنے اور اپنے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیا ہے، خدا کا ارشاد ہے صنع اللہ الذی اتقن کل شیء اسی وجہ سے خدا کو صانع بھی کہا جاتا ہے گو خدا کی صفت میں کوئی دوسرا شریک نہیں مگر اسمیں رسمی مشارکت بھی فخر کی بات ہے فی الجملہ نسبتے شور را کافی۔۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ محشر میں یا محمد سے شفاعت کیلئے ندا کی جائے گی مخصوص بالندا حضور ﷺ ہیں مگر اس کی مشارکت کی وجہ سے جن کا نام بھی محمد ہو اس کو ایک حد تک شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، جہاز سازی کی صنعت کا اقتتاح سب سے پہلے اولوالعزم رسول حضرت نوحؑ سے کروایا گیا۔ فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک باعیننا حضرت داؤد علیہ السلام کو فولادی زرہوں کی تعلیم دی گئی جو اس وقت جنگی دفاع کا ایک اہم اسلحہ تھا وعلمناه صنعة لبوس لكم لتحصنکم من باسکم حضرت کے صاحبزادے سلیمانؑ نے عظیم الشان صنائع عمارات اور حرفتوں کے قیام کے لئے جنات تک مسخر کر دیئے بالخصوص فولادی صنعت کی تواتنی اہمیت ہے کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہی الحديد یعنی فولاد رکھا گیا حتیٰ کہ اس میں حق تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کیا کہ انسانی ہدایت کیلئے جس طرح وحی رسول اور کتاب بھیجے گئے۔ اس طرح جسمانی اور ملکی حفاظت کے لئے ہم نے حدید اتاری و انزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس یہ سب انتباہات اس لئے دیئے گئے کہ نیکی کی راہ میں تمام مادی منافع سے فائدہ اٹھاؤ فرمایا واعدو الہم ماستطعتم الخ بشرطیکہ یہ تسخیری قوتیں بھیمیت و ایلیمیت کو معراج کمال تک پہنچانے کا ذریعہ نہ بنائے جائیں (خلاصہ از مضمون مولانا شبیر احمد عثمانی)

حتی المقدور جنگ و جدال میں نہ پڑنا اور باریکیوں اور گہرائیوں میں نہ جانا بہتر:

جدال وتعمق فی الدین: قال علیہ السلام هلك المتطعون ای المتعمقون۔ وقال عمرؓ کونوا علی دین الاعراب حضرت امام اعظمؒ کو منسوب ہے کہ یکرہ الجدال علی سبیل الحق اور جس نے القرآن غیر مخلوق کہا اس کے متعلق بھی مثل قائل خلق قرآن فرمایا کہ لاتصلوا خلفه لانه ینازع والمنازعة بدعة کذا فی شرح الفقه الاکبر نقلاً عن تلخیص الزاهدی (وايضاً ذکرہ صاحب مفتاح السعادة) قال ابو یوسف۔۔ لایجوز الصلوة خلف المتکلم وان تکلم بحق لانه مبتدع

امام مالکؒ کا قاعدہ تھا جب کسی مسئلہ کا سوال کیا جاتا تو پوچھتے کیا یہ صورت پیش آئی ہے اگر جواب اثبات میں ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے حضرت شیخ اکبر نے فتوحات میں کیا خوب فرمایا کہ فان فیہ تلمیح الی من افتری

فی الحوادث الفرضية قبل وقوعها فلا دين له ولا علم۔ حضرت امام اعظمؒ نے زوج مفقود الخبر کے متعلق سوال کیا حضرت قتادہؒ نے پوچھا کیا یہ صورت پیش آئی ہے اگر نہیں تو فرضی سوالات و جوابات بدعت ہیں۔ قاضی یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے قاضی ابو یوسفؒ کو مسئلہ غلام مشترک کے مباحثہ میں فرضی صورتوں کی بحث و تمق سے انکار کر دیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ابرہا قلوباً و اعماقاً علماً والی جماعت سے فیضان علم و عمل کیا۔

قال الامام غزالی: وهذا اذا سمعته من محدث او حشوی انما خطر ببالك ان الناس اعداء لما جهلوا فاسمع هذا ممن خبر الکلام ثم تلا بعد حقيقة الخبرة والتغلغل فيه الى منتهی درجة المتكلمين وجاوز ذلك الى التعمق فی علوم اخرى وتحقق ان الطريق الى حقائق المعرفة من هذا الوجه مسدود (احیاء)

یعنی اگر یہ بات کوئی محدث تم سے کہتا تو تم کہہ دیتے کہ اس ظاہر پرست اور حدیث و خبر نامی گم رہنے والے کو علم الکلام و فلسفہ کے واقف کیا معلوم؟ پس یہ بات تم سے وہ شخص کہتا ہے جس نے علم کلام اور نیز تمام علوم عقلیہ میں علم و نظر کا وہ درجہ حاصل کیا جو متکلمین کا منتہا درجہ ہو سکتا ہے تاہم آخر میں یہی معلوم ہوا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے یہ راہ بالکل بند ہے۔

کسی نے ساری عمر بادیہ کلام میں بسر کر کے آخر کہا تو یہ کہا ماعرفت مما حصلت شیئاً سوئی ان الممكن مفتقرة الى المرجح اور کسی نے علم الکلام میں پچاس کتابیں تصنیف کر کے مرتے وقت کہا اموت وما عرفت شیئاً کسی نے کہا اموت علی عقیدہ عجائز نیشابور اور کسی نے کہا کہ لقد خضت البحر الخضم و خللت اهل الاسلام و علومهم و دخلت فی الذی نهونی عنه و آلا ان فان لم يتداركنی ربی برحمة فالويل لابن الجوينی وها انا ذا اموت علی عقیده امی۔ یعنی ساری کاوشیں کر کے آخر میں یہ حال ہوا کہ اپنی ماں کے عقیدہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں۔ علم کلام قدیم کے سب سے بڑے علمبردار معتزلہ تھے اور ان کے بعد متاخرین اشاعرہ مگر یہ انہی ائمہ فن کی شہادتیں ہیں۔

تفسیر کبیر، اساس التقدیس اور مطالب عالیہ کے مصنف امام رازیؒ اپنی آخری تصنیف (جو اقسام ذات کی نسبت ہے) میں ان کے اعماق قلب سے کیا صدا نکلی۔ لقد تاملت الطرق الکلامیة والمناهج الفلسفیة فما رأيتها تشفی علیاً ولا تروی غلیلاً ورايت اقرب الطرق طریق القرآن۔۔ اقرء فی الاثبات الرحمن علی العرش استوی۔۔ وفی النفی لیس کمثله شیئی ومن جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی کذا نقله ملا علی قاری فی شرح الفقه الاکبر (تذکرہ ص ۲۳۰)

ولله درالقائل حیث قال ے وفی المحبة ما اذق بیانه متحیر فیہ الامام الرازی

امام غزالی کا قول: شک جستجو کی علت ہے جستجو سے تحریر پیدا ہوتا ہے اور تحریر وسیلہ یقین ہے، امام غزالی کا یہ قول ان کے تمام علم و اختیار کا حاصل ہے میں اس قول کی صداقت پر گواہی دینا چاہتا ہوں الخ (آزادی کی کہانی خود آزادی کی زبانی ص ۳۴۲)



فلسفہ و منطق کے بجائے معرفت الہی میں اشتغال نجات:

فماذا بعد؟ وقع الی کتاب صغیر فی اردو اسمہ ”ارشاد رحمانی“ من تالیف العالم الربانی الشیخ محمد علی المونگیری مؤسس ندوة العلماء۔۔۔ خص بالذکر شیخہ مولانا فضل الرحمن الکنج مراد آبادیؒ و کیف تعرف بہ۔۔۔ سألہ من الكتب التي يقرأها ولما ذكر كتب الفلسفة والمنطق امتعض الشیخ وقال نفرض انک قرأت هذا الكتاب وبرعت فی هذا العلوم ”اليونانية“ فماذا بعد؟ وای فائدة تجنيها؟ امش معی الی قبر رجل لم يعرف من هذا العلوم قليلاً ولا كثيراً ولكن عرف الله وكان له معه شان۔ ثم امس معی قبر فلان من ائمة المنطق ومن كبار المؤلفين فی هذا الموضوع ترعجوا وترفقا واضحاً (مقاله لابی الحسن علی الندوی البعث الاسلامی مجلة عربية تصدر من لکهنو مارچ ۱۹۵۶ء)

سلف کا علم و تعلیم، تدریس و مطالعہ میں انہماک کے چند عبرت افروز مناظر:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی طالب علمی کا حال درج کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ”در اثنائے مطالعہ کہ وقت از نیم شب درمی گذشت والدہم قدس سرہ مرا فریاد میزدہ بابا پدہ می کنی شیخ فرماتے کہ والد کی آواز سن کر فی الحال درازی کشیدم“ تا دروغ نہ شود می گفتم کہ خستہ ام پدہ می فرمایند مگر پھر باز بر می نشستہم و مشغول می شدم

”آپ کے والد کو آدھی رات تک پڑھنے سے آپ پر رحم آ جاتا اور کہتے کہ کب تک جاگو گے؟ شیخ اس وقت لیٹ جاتے اور کہتے کہ لیٹا ہوں کیا حکم ہے؟ اور پھر کچھ دیر بعد اٹھ کر مطالعہ میں پھر مشغول ہو جاتے۔“

شیخ ہی نے یہ بھی لکھا ہے: چند بار دستار و موتی سر آتش چراغ در گرفتہ باشد و مرا تا رسیدنی حرارت آن حجرہ دماغ صبر نہ (کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ پگڑی اور بالوں کے قریب رکھے چراغ سے آگ لگ جاتی اور جلن کی اثر پہنچنے تک خبر بھی نہ ہوتی) سلطان المشائخ نظام الاولیاء طالب علمی کے زمانہ میں بخطاب سماعت و محفل مکن مخاطب گشت (تذکرہ الاولیاء ص ۱۰۱)

(یعنی اساتذہ سے رد و قدح سوال و جواب کرنے اور شبہات و خدشات پیش کرنے میں آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا اس لئے نام ہی ”سماعت“ ہو گیا اور محفل مکن سے مراد درس کی محفل میں اساتذہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا) (ماخوذ از علامہ مناظر احسن گیلانی کی معرکہ خیز کتاب نظام تعلیم و تربیت ص ۳۲۶ ج اول)

طالب علمی کے زمانہ میں تدریس کا مشغلہ:

مولانا عبدالحی فرنگی محل خودنوشت سوانح میں وکلمہ فرغت من تحصیل کتاب سرعت فی تدریسہ فحصل لی

الاستعداد التام فی جمیع العلوم بعون اللہ الحی القیوم (نفع المفتی والمسائل ص ۲۵)

(جس کتاب کو پڑھنے سے میں فارغ ہوتا اسی کو پڑھانا بھی شروع کر دیتا اس طرح تمام علوم میں میری لیاقت پختہ ہوتی چلی گئی اللہ جی و قیوم کی اعانت سے۔)

مولانا آزاد بلگرامی نے اپنے استاذ مولانا میر طفیل محمد کے ترجمہ میں لکھا ہے: ”اکثر آں بود کہ ہر کتابے کہ خودی خواند بہ تلامذہ خود درس می گفتند“ (مآثر الکرام ص ۱۵۰) ”اکثر ایسا ہوتا کہ جو کتاب خود پڑھ رہے ہیں اسے شاگردوں کو پڑھانا بھی شروع کیا“

دہلی اور ٹھٹھہ میں ہزاروں مدرسے:

صبح الاعشیٰ میں قشقند نے دلی کا ذکر کیا ہے کہ ”فیہا الف مدرسہ واحده للشافعیہ وباقیہا للحنفیہ“ ”ہندوستان کے پایہ تخت دہلی میں اسوقت ایک ہزار مدرسے تھے جن میں شافعیوں کا ایک اور باقی سب حنفیہ کے تھے“ اور نگزیب مرحوم کا زمانے کے مشہور سیاح ہملٹن کا بیان ہے کہ شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم و فن کے چار سو مدرسے تھے (ہندوستان عالمگیر کے عہد میں نواب مرزا یار جنگ)

علم و فن کی قدردانیاں:

علم و دین کی اشاعت پر حکومتیں اسلامی عہد میں بیش قرار رقیں صرف کرتی تھیں فیروز تغلق کے عہد میں وکانت الوظائف فی عہدہ العلماء والمشائخ ثلثہ ملاین (تین ملین) وستمائہ الف تنکہ

فیروز کے زمانے میں علماء و مشائخ کی تنخواہوں اور وظائف پر تین ملین یعنی چھتیس لاکھ تنکے خرچ ہوتے تھے۔“

مدرسہ آثار شریف در عہد عادل شاہ کے تذکرہ میں ابراہیم زبیری نے اس کے طعام خانہ کے بارہ میں لکھا: شاگرداں را از سفر آمار آتش و نان بوقت صبح بریانی و معطر و بوقت حمام نان گندم و کھجوری کھانے پینے کی حد تک نہیں بلکہ و فی ام یک ہون (انگریزی روپے کے ساڑھے چار روپیہ کا مساوی سکہ) و کتاہیا کے فارسی و عربی مدد می نمایند

”روزانہ دن کے کھانے میں طلبہ کو بریانی اور مذعفر کی پلیٹیں اور رات کو گندم کی روٹی اور کھجوری دی جاتی تھی اور ہر شخص کو ایک طلائی سکہ اور فارسی و عربی کتب کی اعانت ملتی تھی۔“

مولانا گیلانی کے دادا کے مکان پر محراب الہدایت والارشاد مرقوم ہونے کا مطلب:

مولانا گیلانی کے دو منزلہ مکان کے ناصیہ پر تاریخی نام ”محراب الہدایت والارشاد گیلانی“ لکھا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کے دادا بہار کے گیلانی گاؤں میں اسی گھر کے باہر برگد کے طویل و عریض درخت کے

نیچے چالیس برس تک تدریس کا عظیم کام انجام دیتے رہے اسی خام مکان پر یہ نام لکھا گیا تھا محراب کے معنی شیطان سے لڑنے کی جگہ ہے۔ اور ہدایت میں اشارہ ہے کہ جن لوگوں تک ہدایت نہیں پہنچی ہے ان کے لئے ہدایت اور جن کو ملی اس کے لئے پھر ارشاد و رہنمائی کی ضرورت کو پورا کرنے کا مقام یعنی باعتبار مآل کے اس جگہ پر بڑے کام انجام دینے کے ارادے مترشح ہوتے ہیں اگرچہ آگے چل کر یہ عملی شکل اختیار نہ کر سکے۔

گرمی سے بچنے کیلئے حجاج کی ایجاد بید کی شاخوں سے بنے خیمہ پر برف رکھنے کا رواج: گیلانی فرماتے ہیں، خس کی ایجاد پر خیال آیا کہ حجاج بن یوسف نے کوفہ میں قریب قریب خس خانہ کے سبز بید کی شاخوں سے ایک چیز بنائی تھی، تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حجاج گرمیوں میں فی قبة من خلاف (بید کی شاخوں) ای صفف صاف سقفها بالثلج وهو یقطر علیہ ”بید کی شاخوں سے بنے ہوئے ایک قبہ میں رہتا تھا ان شاخوں کو پھاڑ پھاڑ کر برف میں بھری جاتی تھی وہ ٹپک ٹپک کر حجاج پر پڑتی رہتی تھی۔“ حکومتی اور معاشی مشاغل کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ:

علماء کا ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جو حکومت کے بڑے عہدوں پر مامور ہوتے تھے اور تجارت و زراعت سب کچھ کرنے کے باوجود بالاتزام پڑھانے کا کام بھی آخر دم تک انجام دیتے رہتے تھے، عہد بلبن کے مستوفی الممالک اور صدر کل ٹمس الملک جیسے منصب عالی پر سرفراز ہونے کیساتھ ان کا امتیازی وصف اکثر علمائے شہر شاگردا و بودہ (اخبار الاخبار) جن میں ایک حضرت نظام الاولیاء بھی ہیں اسی زمانہ کی بات تھی کہ نظام الاولیاء نے حریری کے چالیس مقامات زبانی یاد کئے تھے..... دربار اکبری کے عالم و حکیم ملا فتح اللہ شیرازی اگر مغل امپائر کا بجٹ تیار کرتے اور نوڈرل کی وزارت کے شریک غالب تھے تو دوسری طرف صرف اعلیٰ طلبہ کو نہیں بلکہ بقول ملا بدایونی پانچ پانچ چھ برس کے بچوں کو قاعدہ اور ہجائی نویسی بھی سکھاتے..... انگریزوں نے کلکتہ کو دارالسلطنت بنا کر مولانا نجم الدین کا کوری کو قاضی القضاۃ چیف جسٹس کا عہدہ دیا مگر باوجود اس کے بمنصب قاضی القضاۃ کلکتہ ممتاز بود مع ہذا بہ تدریس و افادہ طلبہ علوم بغانت می کوہید ”کلکتہ کے بڑے پوسٹ قاضی القضاۃ پر متمکن ہونے کے باوجود تدریس اور طلباء میں علوم بکھیرنے میں غایت درجہ کوشش کرتے تھے“ (تذکرہ علماء ہند ص ۲۳۳)

عہد انگریز میں دہلی کے صدر الصدور و مفتی حضرت صدر الدین دہلوی آزرہ جلیل عہدہ کیساتھ مردم از بلاد اصحاب عیدہ از و مستفید شدند بوجہ کثرت درس بہ تصانیف کم توجہ داشت ”سرکاری عہدہ صدر الصدور اور دہلی کے منصب افتاء پر فائز ہونے کے باوجود بلاد بعیدہ کے لوگ آپ سے فیض پاتے تھے اور درسی مشغولیات کی وجہ سے تصنیف کی طرف کم توجہ کرتے تھے“

تفریح اور ٹہلنے کے اوقات میں بھی درس کا مشغلہ:

سلسلہ خیر آبادی میں مولانا فضل حق خیر آبادی بن مولانا فضل امام صاحب مرقاة المنطق کو ولسطیہ العقد اور درة التاج کا مقام حاصل تھا، اسیری فرنگ سے قبل امارت و دولت کے باوجود عمر بھر درس دیتے رہے، وقت خاص تفریح کا بھی مقرر تھا شطرنج کا شوق تھا بساط بچھتی تھی لیکن تفریح کے اس وقت میں بھی ”درعین حقہ کشی و شطرنج بازی تلمیذے راستق افق السبین میدا و مطالب کتاب رباحسن بیانے دل نشین می نمود (تذکرۃ علماء و ہند ص ۱۶۵ مولانا رحمان علی) حقہ کشی اور شطرنج کھیلتے ہوئے بھی شاگرد کو ”افق السبین“ جیسی پیچیدہ کتاب کا بڑے اچھے انداز سے درس دیتے تھے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کو ۲۴ گھنٹوں میں تھوڑی دیر کیلئے اختلاج کا دورہ آخر عمر میں ہونے لگا تھا اس وقت شاہ صاحب مکان سے نکل کر مسجد تک ٹہلتے تھے مگر اس وقت بھی مشی کرتے ہوئے یعنی چلتے وقت مقامات حریری کا درس جاری رہتا جس کے لئے یہی وقت مقرر تھا۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبائے کر سند فراغت حاصل کرنے کی اوسط عمر:

فیضی جیسا ہمہ داں: فنون رانزد پدردور چہار دہ سال کی بانجام رسانید

مولانا فضل حقؒ خیر آبادی: فراغ علمی بمرسیر دہ سالگی حاصل نمود (علوم رسمیه مقولات اور حدیث وغیرہ سارا قصہ تیرہ سال میں ختم ہو گیا۔)

مولانا عبدالحیؒ فرنگی محل: ومن بدء السنة الحادية عشر شرعت فی تحصیل العلوم ففرغت من الكتب

الدرسية فی الفنون الرسمية الصرف والنحو (الی آخر قال) حین کان عمری ۱۷ سنة (خودنوشت سوانح)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ: بالجملة از فنون متعارفہ بحسب رسم ایں دیار در پانزدہم فراغ حاصل شد (انفاس العارفین)

علامہ محمود جوہوریؒ: نزد استاد الملک شیخ محمد افضل جوہوری تلمذ نمود در عرض ہفتہ سالگی فاتحہ فراغ خواند (ماثر ص ۳۰۲)

مولانا عبدالحیؒ بحر العلوم: سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر فائق اقران اور فاضل امثال ہو گئے (حدائق حنفیہ ص ۴۶۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ: اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فراغت پا کر علم طریقت شیخ محمد عابد سے اخذ کیا

نیز اسی عرصہ میں ایام تحصیل علم میں علاوہ کتب (درسیہ) کے ۳۵۰ کتابیں مطالعہ کیں۔

امام ابن تیمیہؒ: امام ابن تیمیہؒ نے ۲۲ برس کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد ۲ محرم ۶۸۳ کو دارالحدیث السکریہ میں

درس دیا جس میں قاضی القضاۃ بہاء الدین بن الزکی الشافعی شیخ تاج الدین انفرادی زین الدین بن المنجا الحسینی

جیسے سربر آوردہ علماء شریک ہوئے (تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ۲ ص ۳۱)

دیگر اقوام و مذاہب کی زبانوں میں مہارت:

مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی کو حبر و (عبرانی) میں دستگاہ حاصل تھی۔

علامہ تفضل حسین خان: (انگریزی و رومی (لاطینی) یونانی رائیو گفتہ و خواندے نوشتے (نجوم اسماء ص ۳۲۲)

قاضی غلام مخدوم چٹیا کوٹی: زبان سنسکرت میں امتیاز حاصل کیا۔ (تذکرہ علماء ص ۱۵۷)

مولوی نصرت علی خان قیصر دہلوی: ماہر زبان فارسی و عربی و ترکی و انگریزی و ہندی ست (تذکرہ علماء ص ۲۳۷)

انکے والد مولانا ناصر الدین: مناظرہ عیسائیت کیلئے تورات، انجیل بالتفسیر عبرانی و یونانی از علماء اہل کتاب اخذ کردہ

مولوی نجف علی جھجھر: پنجاہ رسائل بالہ خمسہ کہ در و پاژندی عربی و فارسی اردو عبارت از انست نیز شرح مقامات عربی بہ صفت اہمال (بے نقط) تصنیف کرد

مولانا محمد قاسم نانوتوی: جہاز کے انگریز کپتان اٹالین سے بحث کرنے کے بعد انگریزی زبان سیکھنے کا عزم کیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی: فرماتے ہیں کہ ہم تو جیسا بخاری کے مطالعہ میں اجر سمجھتے ہیں میرزا ہد امور عامہ کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر سمجھتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز: فرماتے ہیں فاضلے از اکابر علماء آمدہ اندو تحقیق توریت بلسان عبری می کردم (ملفوظات عزیز ص ۲۷)
اواخر عمر میں حفظ قرآن کی دولت کا حصول:

میر محبت اللہ بگرامی: در عفوان جوانی ذوق حفظ کلام ربانی بہیم رسانید بر بالا خانہ خود نشستہ در عرصہ شش ماہ قرآن را یاد کرد (ماہ ص ۱۲۸)

مشہور مدرس وحشی مولانا معین الدین کڑوی: با واسطہ عمر خود باوجود کثرت درس حفظ قرآن می کرد (ص ۲۲۹)

شیخ احمد فیاض انبھٹی: آن بحیر سن بر بستر بیماری صعب افتاد و قرآن مجید را در یک سال یاد گرفتہ (ص ۸۳)

مولانا فضل حق خیر آبادی: قرآن مجید در چہار ماہ یاد گرفت (ص ۱۶۴)

مولوی روح اللہ لاہوری: مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ”بسی روز بہار رمضان قرآن حفظ کرو“

عالگیر اورنگزیب: اس ذوق کی انتہا ہے کہ اورنگ تخت جہاں بانی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد خود بھی اور اپنی بیٹی زیب النساء کو قرآن حفظ کرایا۔

مولانا عبدالحی نبیرہ مولانا احمد علی محدث: پچاس سال کی عمر میں قرآن پاک یاد کیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی: نے سن کہولت میں یاد فرمایا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی: سن کہولت ہی میں جیل خانوں میں یاد فرمایا

حضرت مولانا قاسم نانوتوی: نے سفر حج کے دوران جہاز میں روزانہ ایک ایک پارہ یاد فرما کر رات کو تراویح میں

پڑھایا (مناظر احسن گیلانی) (ہندوستان میں نظام تعلیم و تربیت مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی)

سفر نامہ دیوبند

ایک طویل عرصہ کے صبر آزما جدوجہد کے بعد مولانا سمیع الحق کو ۱۹۶۱ء میں ہندوستان کا ویزہ ملا اور اپنے علمی قبلہ دارالعلوم دیوبند کی زیارت کی آرزو جو حضرت مدنی کی حیات سے دل میں لئے ہوئے تھے پوری ہوئی، اس سفر کی کچھ تفصیلات انہوں نے اپنی ڈائری میں قلمبند کیں، اگرچہ یہ سفر نامہ مکمل تو دستیاب نہیں تاہم جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی انکے دل اور جذبات کی ترجمانی اور قلم کی آب و تاب روانگی، شگفتگی پر دال ہیں مالا یدرک کله لا یتدرک کله (عرفان الحق)

پہلا سفر ہندوستان..... حسین اور مبارک یادیں: مدت مدیدہ اور دیرینہ خواہش اور تمنا، خدا کے فضل و کرم سے پوری ہوئی۔ ۲۸ مئی ۶۱ء بروز اتوار اکوڑہ خٹک سے سندھ ایکسپریس سے سفر ہند پر روانگی ہوئی۔ شام کو آٹھ بجے لاہور پہونچا، شاہ عالمی لاہور، گلبرگ ہوٹل میں ۲ جون تک قیام رہا۔ برادر ام عبداللہ کا کاخیل رفیق سفر ہند، یکم جون کو کراچی سے پہونچے اور ہم دونوں ۲ جون کو بروز جمعہ لاہور سے اس سفر مبارک پر روانہ ہوئے۔ ۳ بجے تک لاہور اسٹیشن میں کسٹم ویزا پاسپورٹ کے معائنہ جات اور اندراجات سے فارغ ہوئے اور تین بجے گاڑی ہندوستان روانہ ہوئی۔ چند منٹ بعد ہم سرزمین ہند میں تھے جس کے چپے چپے پر ہمارے اکابر اور بزرگوں کی روایات نقش اور عظمت رفتہ کی داستانیں وابستہ ہیں۔ ۴ بجے گاڑی امرتسر پہونچی اور دو تین گھنٹے میں ویزا وغیرہ سے فراغت ہوئی۔ خدا کے فضل و کرم سے کوئی دقت پیش نہ آئی۔ رات کے پونے آٹھ بجے ہوڑہ ایکسپریس سے روانگی ہوئی اور دو بجے رات سہارنپور میں اترنا پڑا۔ صبح تک اسٹیشن ہی میں رہے۔

سہارنپور میں: نماز فجر کے بعد اسٹیشن سے نکلے کہ اس شہر کے سی آئی ڈی انسپکٹر کے ہاں ہمیں آمد کی اطلاع درج کرانی ضروری تھی اس وحشت کدہ غربت میں خدا نے مولانا عبدالحفیظ صاحب دیوبند مدرس مظاہر العلوم سہارنپور سے برسر راہ ملایا ان کے ساتھ مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر العلوم گئے، کچھ دیر آرام کیا، چائے پی اور دوپہر کا کھانا انکے مکان پر کھایا اس کے بعد ویزا آفس گئے اور اندراجات کرائے۔ ظہر کی نماز پڑھی اور بس کے ذریعے اپنی منزل مقصود و کعبہ عقیدت دیوبند روانہ ہوئے۔ اسی دن ۳ جون ۳ بجے ظہر دیوبند اترے اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے آستانہ عالیہ پہونچے دروازہ ہی میں مولانا عبدالحق دامانی خادم خانقاہ حضرت شیخ ”کھڑے تھے ان کو پہلے سے امید اور انتظار تھا، یہیں پر کپڑے بدلے، چائے سے فارغ ہوئے، مولانا اسعد صاحب خلف الصدق حضرت شیخ اور دیگر حضرات سہارنپور دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے ہمارے بھیجنے کی ہدایت بھی کی تھی۔ قبل از مغرب اور بعد از عصر مولانا عبدالحق صاحب دامانی نے دارالعلوم کی اجمالی سیر کرائی۔

قبرستان میں قاسمی: مسجد دارالعلوم میں نماز پڑھی اور پھر حضرت شیخ الاسلام ”حضرت نانوتوی“ حضرت شیخ الہند کے مزارات مبارکہ پر حاضری ہوئی۔ آہ کتنی حسرتیں عمر بھر انھیں اور نصیب حرمان ہوئیں، حضرت شیخ ”آج دیوبند میں موجود تھے، مگر خاموش سرہانے، بیٹھے اور دل و دماغ نے دل کھول کر حرمان نصیبی کا ماتم کیا۔ جذبات

واحساسات نے اپنے فیاض اور مہمان نواز شیخؒ کے اس سکوت اور خاموشی اور عدم پذیرائی پر شکوہ کیا مگر عقل نے دامن دل تھام لیا کہ اس باب میں شکوہ کی کیا مجال، ہاں حاتم طائیؓ کی قبر نے آکر ساتھ اترے ہوئے قافلے کی مہمان نوازی فرمائی تھی تو اسلام و آزادی کے ان شیروں نے بھی اپنے نو واردوں کی تواضع دلی سکون اور قلبی طمانیت اور روحانی وارفتگی سے بقدر ظرف مہمان فرمائی۔ قلبی سکون میں ڈوبے ان حسرتوں اور مایوسیوں کے ساتھ ساتھ بہر حال اس سعادت کو بھی غنیمت سمجھا اور خدا کا شکر ادا کیا اپنی فلاح و سعادت کے لئے ان عباد کا ملین کی روح پر فاتحہ خوانی کی بعد از عصر خانقاہ میں خانقاہ کے چراغ آخرین اور حضرت شیخؒ کے محرم اسرار خادم خاص قاری اصغر علی صاحب مدظلہ بھی وطن سے پہونچے انہیں مولانا اسعد صاحب نے ہمارے آنے کی اطلاع دی تھی ان سے ملے اور پھر شام کو گاڑی سے سہارنپور ایک صاحب کی رہنمائی میں گئے۔

سہارنپور کانفرنس میں: حکیم اسماعیل صاحب دہلویؒ کے مکان پر مولانا اسعد صاحب مدظلہ و دیگر مہمان موجود تھے، مولانا سے ملنا ہوا اور کھانے سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ گئے بعد از عشاء قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں کانفرنس شروع ہوئی۔ قاری صاحب کے خطبہ استقبالیہ سے قبل مولانا اسعد صاحب کی تعارفی تقریر اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ کے کلمات دعائیہ کے ساتھ تقریب کا آغاز ہوا۔ جلسہ میں حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاری کی تقریر ہوئی اور بارہ ایک بجے کے قریب مولانا اسعد صاحب کے ساتھ کار میں رات کے آرام کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم کی قدیم عمارت میں گئے۔

سہوہاری شیخ الحدیث مولانا زکریا قاری طیب مفتی مہدی حسن کی زیارت: رات گزری، صبح حضرت الشیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے ملے، ان کے مکان میں ان کی مجلس میں صبح کی چائے پی اور پھر حکیم اسماعیل صاحب دہلوی کے مکان میں گئے جہاں اکثر اکابر موجود تھے یہاں حضرت مہتمم صاحب اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا مہدی حسن صاحب وغیرہ حضرات سے ملے اور پھر ان حضرات سے رخصت لیکر گاڑی سے دیوبند آئے۔

شیخ الاسلام کے گھر پر قیام: اور پھر آٹھ جون جمعرات تک دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخؒ کے مکان پر قیام رہا۔ بزرگوں سے ملے، مدرسہ کی اجمالی سیاحت ہوئی، بزرگوں کی شفقتوں اور محبتوں سے مالا مال ہوئے، حضرت شیخؒ و دیگر حضرات کے مزارات پر حاضری نصیب ہوتی رہی اور زہے نصیب ہر صبح و شام کی چائے کی نشست میں حضرت شیخ الحدیث مولانا فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی اور حضرت قاری اصغر علی صاحب کی محبت و خلوص صحبت و شفقت سے متمتع ہوتے رہے۔ ۴ جون کی شام کو حضرت مہتمم صاحب نے مکان پر کھانے کیلئے بلایا، دو ڈھائی گھنٹے انکے فیوضات سنے، کھانے کی مجلس میں انکے صاحبزادوں اور جناب مولانا حامد الانصاری غازی بمبئی سے بھی ملاقات ہوئی۔

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی اجازت حدیث: اس دوران ۷ جون کو حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تبرکاً بخاری شریف کی چند عبارتیں سنا کر دعائی اور سند حدیث کی خصوصی سند عنایت فرمائی لفظ الحمد والمنة

سندھ خصوصی

حضرت الشيخ مولانا الحاج السيد فخر الدين انصاري صاحب شيخ الحديث كبريا العلوم وهدى امت خلال بركاتهم



الحجزة المسندة لسلا الكتل الحاشية

[illegible]

شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ ”شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی طرف سے دیئے گئے اجازت نامے کا تعلق

رات کو قیام برادر عزیز جگر گوشہ حضرت شیخؒ مولانا ارشد مدنی کے مخصوص کمرہ واقعہ برج شمالی متصل دارالحدیث میں رہتا۔ ۸ جون کو صبح عازم دہلی ہوئے۔ برادر ارشد صاحب بھی رفیق سفر تھے۔ ۹ بجے شہر کھولی میں مولانا خان جہان پوری کی دعوت پر جو خود دیوبند تشریف لا کر دے گئے تھے۔ اترے مولانا اسٹیشن میں خود موجود تھے ان کے ساتھ بنگلی میں شہر سے دو میل دور ان کے گاؤں خان جہانپور گئے، مولانا حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر ممتاز اکابر تک سے خاص روابط رکھتے تھے اور ان کے اس قلعہ نما مکان میں حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلامؒ و دیگر اکابر بارہا فروکش ہوئے ہیں، دوپہر ان کے ہاں گزاری اور پھر تینوں ساتھی پانچ بجے یہاں سے روانہ ہو کر ۶ بجے دوسری گاڑی سے دہلی روانہ ہوئے، اس گاڑی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب بھی تشریف لے جا رہے تھے۔

دہلی کی عظمت رفتہ کا ذکر: رات کے ساڑھے نو بجے گاڑی دہلی اسٹیشن پر کھڑی ہوئی، دہلی صدیوں اسلام کے ایک بہت بڑے حکومت کا پایہ تخت رہا، جہان شاہ جہان اور اکبر کی عظمت اور جہانگیر کی عدالت عالمگیر اور نگریب علیہ الرحمۃ کے خلافت علی منہاج النبوت کے جھنڈے بلند ہوئے اور جہاں خانوادہ ولی اللہی نے قرآن و حدیث کے چشمے بہا کر اطراف و اکناف ہند کو شعاع نبوت سے منور فرمایا اور جہاں مجاہد جلیل سید احمد شہد کو درس جہاد دیا گیا اور جہاں سے سید اسماعیل شہید نے ظلمت کدہ ہند کو نور ایمان و ہدایت سے روشن کرنے کے لئے عزم فاروقی اور جلال حیدری سے اٹھ کر دشمنان اسلام کے جنود پر یلغار کیا، حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ بختیار کاکی اور دیگر ان گنت اولیاء اللہ نے یہاں سے دنیا کو للہیت اور عبدیت خداوندی کا درس دیا۔ اور جس کی گود میں مولانا آزادؒ اور دیگر عظماء کے آزادی نے برصغیر ہند کو لکارنے جھنجھوڑے اور بیدار کرنے کے بعد ابدی آرام فرمایا اور آہ جس کی درود یوار پر مسلمانوں کے عظمت رفتہ کے دھندلے نشان ثبت ہیں وہ عظمت جس کے زوال پر اس دہلی میں سربفلک قطب مینار مرثیہ خوان ہے، وہ دہلی جس میں عالم اسلام کا عظیم انفرادی مسجد جامع دہلی آج بھی پورے وقار و جملت کے ساتھ ہند کے ظلمت کدوں میں براجمان ہے اور جس کی پانچ وقتہ اذانیں ارد گرد گری ہوئی انسانیت پتھروں اور بے حس مجسموں کے سامنے ذلیل انسانیت ایک خدا سے ٹوٹی ہوئی مخلوق کو اللہ اکبر اللہ اکبر کی دلدوز صداؤں سے ایک خدا اور اس کی تعلیمات کے سچے اور ابدی علمبردار پیغامبر امن و انصاف ﷺ کی سچائی و صداقت کی تعلیم دی جاتی ہے آہ جسکے لال قلعہ کی ہر ہر اینٹ اور پتھر سے حسرت اور افسوس اور بے کسی و زبوں حالی ٹپکتی ہے اور جس کے خونیں دھبوں میں اپنے وارثوں کیلئے کامیابی و کامرانی کا درس و عبرت کا سامان موجود ہیں۔ (افسوس کہ یہ تحریر یہاں تک ملی اور آگے ناکمل رہی)..... ذیل کا خط مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے والد ماجد شیخ الحدیث کے نام دیوبند سے بھیجا جس میں اس سفر ہند کی بعض تفصیلات پر مزید روشنی پڑتی ہے وہ بھی نذر قارئین ہے۔

سفر دیوبند کے حالات و خانوادہ مدنی اور اساتذہ دارالعلوم دیوبند اور اکابر کی شفقتیں، آل مسلم کنونشن دہلی میں شرکت: ۵/ جون ۱۹۶۱ء ۲۰/ ذی الحجہ بروز پیر دیوبند مدنی منزل:

قبلہ و کعبہ دارین دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ ایک ملفوف پرسوں ارسال خدمت کر چکا ہوں خدا کرے مل چکا ہو۔ پرسوں اور کل سہارنپور مولانا اسعد صاحب کی معیت میں دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، رات کو جلسہ میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا خطبہ صدرات اور حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن کی تقریر سنی اور پھر کل مولانا ارشد سلمہ کے ساتھ دیوبند واپس ہوئے۔ جلسہ کی وجہ سے دارالعلوم کے اسباق ابھی تک بند تھے۔ آج بروز بدھ ۵ جون کو اسباق شروع ہو رہے ہیں اکثر اساتذہ و طلبہ آج تک پہنچ جائیں گے۔ حضرت کے مکان پر قیام ہے، حضرت مولانا فخر الدین شیخ الحدیث بھی یہیں رہتے ہیں۔ خانقاہ میں ساری رونق حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب مدظلہ کے دم غم سے ہے۔ وہ بے پناہ شفقت اور محبت کرتے ہیں۔ حضرت مدنی کے صاحبزادے اور حتی کہ گھر والے تک ہر وقت ہمارے آرام کا خیال کرتے ہیں۔ اپنے گھر سے بھی زیادہ سکون و راحت میسر ہے۔ حضرت مولانا ارشد میاں تقریباً ہر وقت اور ہر جگہ ساتھ رہتے ہیں۔ یہ سب حضرت والا کی برکات ہیں۔ ورنہ مجھ جیسا کور علم و عمل اور اتنی سعادتیں کہاں، وہی روحانی کیف اور چہل پہل ہے، مگر ان سب خوشیوں کے ساتھ ساتھ ہر وقت یہ حسرت اور درد دل میں اٹھتا ہے کہ حضرت اقدس کی حیات طیبہ میں وسائل ذرائع اور تعلقات کے باوجود ہم تہی دست اس متاع عظمیٰ حاصل کرنے سے محروم رہے۔ تقریباً تمام ملازمین مطبخ وغیرہ پرانے ہیں۔ اور آپ حضرات کی یاد ان کے دلوں میں تازہ ہے۔ مولانا مبارک علی صاحب مدظلہ کل شام وطن سے واپس ہوئے، تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی، بے حد کمزور ہو چکے ہیں، انہوں نے آج اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی ہے۔ حضرت مہتمم صاحب سے کل سہارنپور میں جلسہ کے موقع پر ملاقات ہوئی تھی۔ آج دیوبند تشریف لائے ہیں، ان شاء اللہ ان کے مکان پر حاضری ہوگئی۔ مولانا اسعد صاحب کی مصروفیتیں بے پناہ ہیں۔ جمیعت کی ساری ذمہ داریاں اور دوڑ دھوپ ان کے سر ہیں۔ خانقاہ میں بھی ان کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ آج مظفر نگر میں جمیعت کا اجلاس شروع ہوگا سب حضرات وہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سے ملا وہ بھی سلام فرماتے ہیں۔ ابھی تک دارالعلوم کے شعبوں اور دفاتر اساتذہ دیکھنے کا تفصیلی موقع نہیں ملا۔ کاش فرصت ہوتی تو ایک عرصہ یہاں رہ سکتا۔ گنگوہ اور تھانہ بھون جانے کا بے حد شوق ہے مگر ویزا انہیں اور بغیر ویزا اور رپورٹ کرنے کی ایک جگہ سے دوسرے جگہ نقل و حرکت مشکل ہوتا ہے پھر بھی کوشش ہے کہ یہ سعادت حاصل ہو۔ دو چار دن کے بعد ان شاء اللہ ایک دو یوم کے لئے دہلی جانا ہوگا اور پھر واپسی ہوگی۔ ان شاء اللہ ۱۰ جون کو تمام ملک کے اصحاب فکر و عمل اور اصحاب رائے کا آل مسلم کنونشن دہلی میں ہو رہا ہے۔ صاحبزادہ ارشد اور ان حضرات کا اصرار ہے کہ مسلم کنونشن میں ہمارے ساتھ شرکت کر لو تو سب اصحاب علم و فکر کو دیکھ لو گے، یہاں بچہ اللہ خیریت ہے۔ لو بہت چل رہی ہے، دعا کا طالب ہوں۔ سب متعلقین اور پرسان حال کو سلام مسنون۔ یہ خط ناظم صاحب اور رفقاء کی خدمت میں بھی ہے۔

